Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 01, January-June 2024, **PP**: 19-32
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

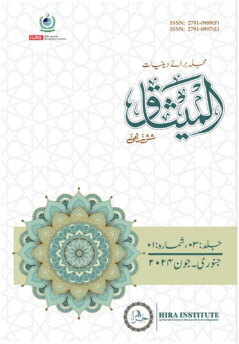

تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ریاست کا نظم وضبط: ایک تحقیقی مطالعہ

A Disciplined State in The Light of Prophetic Teachings: A Research Study

1. Dr. Tayyaba Razzaq
tayyaba.razzaq@eum.edu.pk

Assistant Professor,
Department of Islamic Studies, Emerson University, Multan.

How to Cite:	Dr. Tayyaba Razzaq. 2024: "A Disciplined State in The Light of Prophetic Teachings: A Research Study". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (01):19-32.
Article History:	**Received**: 11-02-2024 / **Accepted**: 18-03-2024 / **Published**: 02-04-2024
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License
Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ریاست کا نظم وضبط: ایک تحقیقی مطالعہ

A Disciplined State in The Light of Prophetic Teachings: A Research Study

1. **Dr. Tayyaba Razzaq**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Emerson University, Multan.
tayyaba.razzaq@eum.edu.pk

Abstract:

Discipline represents the gradual attainment of perfection, embodying a set of rules and boundaries to be honoured and not transgressed. Throughout the universe, every entity achieves its optimal state through unique methods intrinsic to its nature. Rooted in the spirit and essence of Islam, discipline mandates that individuals adhere to established norms, regulations, and legal conventions. It is not solely the secret to the success of great individuals but also serves as the foundational pillar upon which our universe is structured. Indeed, discipline serves as the differentiating factor between humans and beasts. The discipline policy within Islam is founded upon principles gleaned from the *Qur'ān* and the teachings of the Prophet *Muḥammad* ﷺ. As adherents of Islam, we are called upon to exhibit self-discipline and noble conduct in all circumstances. Such adherence signifies *Allāh's* benevolence, as individuals strive for self-improvement and spiritual development. It is imperative that individuals prioritize *Allāh's* decrees over personal desires and aspirations, finding inspiration solely in Him. Should we forsake Islamic principles of discipline and instead rely on personal whims to formulate laws and regulations, our societal structure would resemble that of an army with multiple commanders. This study aims to affirm that the foundation of the Islamic political state rests upon discipline. Through an exploration of Prophetic teachings, this research elucidates the contemporary crisis faced by Muslims. Employing a descriptive methodology, relevant references to Prophetic teachings are utilized to substantiate this argument.

Keywords: *Discipline, State, Prophetic Teachings, Principles, Policy.*

تمہید

انسان ہر دور میں ترقی یافتہ ہونے کا دعویدار رہا ہے تاہم تمام تر وسائل اور ذہانت کے باوجود اس کی معاشرتی زندگی انتہائی بگاڑ اور بد نظمی کا شکار رہی ہے۔ مختلف نظام ہائے زندگی متعارف کروائے گئے مگر جز وقتی ہونے کی بنا پر کوئی بھی نظام منظم معاشرہ وجود میں نہ لا سکا۔ نبی آخر الزماں ﷺ نے نسل انسانی کی اصلاح کے لیے مکمل اور کامیاب نظام متعارف کروایا۔ اللہ تعالیٰ نے منظم ریاست کے لیے صرف نظام عدل و انصاف کے قیام کو ہی کافی نہیں سمجھا اور نہ ہی دنیا کی حکومتوں کی طرح محض قواعد وضوابط اور قوانین کی تشکیل کو ہی حرف آخر سمجھا بلکہ قوانین کے ساتھ ایک مکمل اور مضبوط نظام تربیت قائم کیا۔ کتاب اللہ کو محض تعزیرات و قوانین کا مجموعہ نہ ٹھہرایا بلکہ کتابِ ہدایت بنایا پھر اختیار دیا کہ وہ چاہے تو اچھائی کا رستہ اختیار کر لے یا گناہ کی منزل پکڑ لے۔[1] ہر قانون کے ساتھ ایسے طریقے بھی بتائے کہ قانون پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے بھی ہمارا قومی نصب العین اتحاد،

تنظیم اور ایمان مقرر کیا تھا۔ آج ہماری معاشرتی بد نظمی کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے نصب العین کو بھلا چکے ہیں۔ اس مقصد کے لیے حیات نبی کریم محمد ﷺ میں ریاستی و انتظامی، معاشرتی، معاشی، عائلی و خاندانی اور عسکری نظم وضبط کے مظاہر کا بنظرِ عمیق جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ریاست مدینہ کی تشکیل میں نظم وضبط کا کردار ہمارے لیے عملی نمونہ ہے۔ نیز عوامی سطح پر نظم وضبط کی پابندی کے مذہبی نظائر عبادات کے تناظر میں دیکھے جاسکتے ہیں جس کا اہتمام خالق کائنات نے نہایت حکمت کے ساتھ فرمایا ہے۔

نظم وضبط: معنی ومفہوم

نظم، لڑی میں پرونا، بندوبست، سلیقہ، انتظام، اہتمام، ترتیب ہے جبکہ ضبط کا معنی تحمل، برداشت اور صبر ہے۔ گویا نظم وضبط کا معنی مقررہ قواعد وضوابط کی پابندی کرنا ہے۔ نظم وضبط یا ڈسپلن لاطینی زبان کے لفظ Disciple سے بنا ہے جس کے معنی شاگرد یا چیلا ہیں۔ نظم وضبط ایسی تربیت جو لوگوں کو زیادہ فرمانبردار بنائے یا ان میں ضبط نفس پیدا کرے جو قوانین کی شکل میں ہوں۔ اگر ان قوانین کو توڑا جائے تو ان کو سزاوار قرار دیا جائے۔ نظم وضبط محض قواعد وضوابط کی فہرست کا نام نہیں بلکہ یہ تربیت کا ایک طریق کار ہے۔ اس کا تعلق ذہنی رویے سے اور مقصد ایک خاص کردار کی تشکیل ہے۔ ڈسپلن کچھ قوانین کے تحت زندگی گزارنا ہے۔ نظم وضبط اختیار کرنے سے گردوپیش کے ماحول کی ہر چیز سے مطابقت اور ہم آہنگی پیدا کی جاسکے۔ فرد اور معاشرہ کے باہمی ارتباط سے نظم وضبط جنم لیتا ہے۔ دور حاضر میں اسلامی ریاست کی افراد میں ایسے اوصاف اور عادات کی تربیت جو معاشرے کی نظر میں مقتدر ہوں نظم وضبط کہلاسکتی ہیں۔ ابوالکلام آزاد کے مطابق نظم سے مقصد جماعت کی وہ تربیتی و تقویمی حالت ہے کہ اس کے تمام افراد اپنی اپنی جگہوں میں قائم اپنے اپنے دائرہ میں محدود اور اپنے اپنے فرائض واعمال کے انجام دینے میں سرگرم ہوں۔[2]

ضبط کی عموماً دو اقسام شمار کی جاتی ہیں، خارجی و داخلی ضبط۔ خارجی نظم وضبط میں معاشرہ جس انداز فکر کے افراد کا خواہش مند ہوتا ہے افراد کی زندگی کو ویسے ہی سانچے میں ڈھالنے کے لیے اس قسم کا ضبط رائج کر دیا جاتا ہے۔ جیسے جرمن ہٹلر کی ڈکٹیٹر شپ۔ داخلی ضبط جس ضبط کی ضرورت فرد خود محسوس کرتا ہے۔ اس سے مراد نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھنا، پرہیز گاری ہے۔ افراد معاشرہ کی ذہنی، سماجی، معاشی، اخلاقی اور احساس ذمہ داری کی تربیت ہو جاتی ہے۔ ضبط کے دو ذرائع شمار کیے جاتے ہیں:

- معاشرتی ضبط بذریعہ داخلی قوتیں۔ مثلاً نظریات وعقائد کی ذہن نشین تقلید پذیری، خوگر پذیری۔
- معاشرتی ضبط بذریعہ خارجی قوتیں۔ مثلاً معاشرتی تربیت، معاشرتی مستحبات، تنظیمی طاقت واختیار۔

تشکیلِ معاشرہ میں نظم وضبط بحیثیت انسانی عنصر

قوموں کی تعمیر وترقی اور استحکام میں نظم وضبط کو بڑا دخل ہے۔ جو قومیں منظم، تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ ہوتی ہیں انہیں قوت، برتری اور سیاست وقیادت کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حمودہ عبد العاطی کے مطابق جب خدا انسان کو زندگی عطا کرتا ہے تو اس کو منفرد خوبیاں اور عظیم صلاحیتیں یونہی ودیعت نہیں کرتا۔[3] مغربی مفکر گل کرائسٹ کے مطابق انسان جہاں بھی رہا، معاشرت کے تناظر میں ہی زندگی بسر کرتا رہا۔[4] تہذیب انسانی کے ابتدائی درجے سے عصر حاضر تک انسانیت کا تسلسل خاندانی ادارہ سے وابستہ رہا جو انسان کے مدنی الطبع ہونے کی عملی عکاسی کرتی ہے۔[5] معاشرت انسان کی فطری ضرورت ہے خالق نے اسے محض فرد نہیں بنایا بلکہ اجتماعی زندگی کے لیے پیدا کیا۔ قوموں کی تشکیل، معاشروں کا وجود اور سلطنتوں کی تنظیم انسان کے اس فطری شعور کا حصہ ہے جو اللہ نے اسے ودیعت کی۔[6] انسان، خاندان کے ادارے کی تنظیم کرتا ہے اور گروہوں و قبیلوں کی شکل اختیار کرتے ہوئے ایک منظم

انفرادی احکام میں ہر فرد کے لیے انفرادی حیثیت میں ان کی تکمیل ضروری ہے۔ مثلاً روزہ، نماز، انفاق وغیرہ۔ اجتماعی کا تعلق جماعت سے ہے جب جماعت یا معاشرت وجود میں آجائے تو یہ اسی کا فرض ہے کہ ان کی تکمیل کرے۔ مثلاً وہ احکام جو معاشرت وسیاست اور جہاد سے متعلق ہیں۔[7]

تنظیم وتشکیل معاشرت کے درجہ میں انسان نے اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے مربوط کوشش کی جن میں جنس، ذاتی تحفظ، اظہار شخصیت اور خلافت وریاست کا قیام وغیرہ شامل ہیں۔ اسلام نے ایک منظم معاشرتی ڈھانچہ استوار کیا۔ ہمارے معاشرے میں ضبط کے عمومی انحطاط کے متعدد اسباب ہیں جن میں نظریاتی تحریکیں، بین الاقوامی سیاسی ومعاشرتی حالات، مختلف مذاہب کے اثرات، رائے عامہ کا تبدیل ہونا، مذہب سے بیگانگی، روایات سے انحراف، مغربی کلچر کے برے اثرات، بے لگام آزادی، اقتصادی عدم مساوات اور غیر یقینی مستقبل کا احساس شامل ہے۔ ان تمام وجوہات نے معاشرے کو پستیوں میں دھکیل دیا ہے۔

نظمِ کائنات۔۔۔دلائلِ خداوندی

کائنات تمام اللہ سبحانہ کے نظم وضبط کی لازوال داستانیں سنا رہی ہے۔ روز وشب کی گردش، دن رات کا الٹ پھیر، لیل ونہار کا اختلاف، ہر صبح کو ابھرتا اور شام کا ڈوبتا سورج، تاریک شب میں چمکتے تارے اور سرگوشیاں کرتے سیارگان فلک، چاند جو بڑھتے بڑھتے کامل اور پھر گھٹتے گھٹتے باریک شاخ سارہ جاتا ہے، زمین کے سینے کو شق کرتا نکلتا پودا اور حسین کونپلیں، حقیر وکمزور کیڑے مکوڑوں کی منظم قدریں، نوزائید اطفالِ حیوانات، مردہ زمین سے اگلتا زندگی کا سرچشمہ، حیرت انگیز نظم وضبط وانتظام سے چلتا نظامِ کائنات، سب کائناتی نظم وضبط کی نشانیاں ہیں۔[8] گویا اللہ رب العزت نے تمام کائنات کو نظم وضبط میں پرو رکھا ہے جو تنظیم کے تحت مسلسل حرکت میں ہے۔ خود رب کائنات اپنے نظم پر انسانیت کو چیلنج فرماتا ہے۔[9]

مظاہرِ نظم وضبط۔۔۔حیاتِ نبوی ﷺ میں

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو عملی نمونہ واسوہ حسنہ کا پیکر بنا کر مبعوث فرمایا۔[10] آنحضرت ﷺ نے سربراہِ ریاست کی حیثیت سے انتہائی مختصر وقت میں منظم حکمت عملی اختیار فرمائی۔ حکومت کو عوامی بنایا، انصاف کا نفاذ کیا، انسانی حقوق میں مساوات کا اعلان کیا، سرمایہ دار وامراء پر ٹیکس لگایا، باقاعدہ انتظامی حلقے قائم کیے، شورائیت کا آغاز کیا، فوجی تنظیم سازی فرمائی، اخوت کے قانون کو عملی شکل میں پیش کیا، بین الاقوامی معاملات کی درستگی فرمائی۔ گویا عالمگیر نظم اور فلاح کا اہتمام فرمایا۔ ان اقدامات سے ریاستی سطح پر ایسا نظم وضبط پیدا ہوا کہ ہر شخص کو جان، مال، آبرو کا تحفظ حاصل ہوا۔ چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں ذمہ داریوں اور عہدوں کی تقسیم دراصل انتظام کی صورت ہے۔ نبی کریم ﷺ کے عہد میں والی ریاست کی ذمہ داریوں میں قانون کا نفاذ، انتظام عامہ، محصولات کی وصولی، امن عامہ کا قیام اور مقدمات کے فیصلے نیز اشاعت کی ذمہ داریاں شامل تھیں۔

عہدِ نبوی ﷺ میں تمام نزاعی امور میں آئین یعنی قرآن کی طرف رجوع ہوتا۔ عدالتی فیصلے نبی کریم ﷺ اس دستور حیات کے مطابق فرماتے اور صحابہ کرام سے مشورہ فرماتے۔[11] جیسا کہ دار ارقم کے انتخاب، اذان کی ابتدا، سن ہجری کا آغاز، غزوات کے موقع پر شوریٰ ومشورہ کا ذکر ملتا ہے۔[12] اس کے علاوہ آپ ﷺ نے معاشرتی نظم کی عمدہ امثال قائم کیں۔ صفی الرحمن مبارکپوری کے مطابق رسول اللہ ﷺ اہل ایمان کو ایمانی مرغوبات کے ذریعے مسلسل روحانی غذا فراہم کر رہے تھے۔ نفوس کا تزکیہ اور گہری تربیت دے رہے تھے۔ روح کی بلندی قلب کی صفائی، اخلاق کی پاکیزگی، مادیات کے غلبے سے آزادی، انہیں اذیتوں پر صبر کی تلقین فرماتے۔[13] سیرتِ طیبہ کے یہ مظاہر معاشرتی وریاستی نظم وضبط کی اہم مثالیں اور مشعلِ راہ ہیں۔

خاندانی اور عائلی سطح پر نظم وضبط بحیثیت عامل کار

عائلی زندگی انسانی رشتوں کا باعث آغاز ہے۔ اس یونٹ سے انسانی وسائل فراہم ہوتے ہیں۔ میاں بیوی خاندان کے دو اہم فریق ہیں جن کی رفاقت و محبت باعث اطمینان اور نئی نسل کی جائے پناہ ہے۔

ومن اٰیاتِهٖ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً۔[14]

اس کی نشانی ہے کہ تمہارے لیے تمہی میں سے بیویاں پیدا کیں جو تمہارے لیے باعثِ سکون ہیں اور تمہارے درمیان محبت و مودت رکھی۔

نبی کریم ﷺ باپ بھی تھے، شوہر بھی اور کثیر الاخراجات خاندان کے سربراہ بھی تھے۔ خاندان کی مالی ضروریات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ان کی شعوری فکری اور نفسیاتی ضرورتوں کی بھی تکمیل فرماتے۔ روئے زمین پر کوئی شخص اس قدر کامل و تمام کے ساتھ ان ذمے داریوں کو پورا نہیں کر سکتا۔[15] ہر قوم کی تعمیر و ترقی اور تنظیم میں عائلی حالات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ ریاست ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتی ہے جس کے افراد عائلی الجھنوں میں گرفتار ہوں۔ یہ امر اجتماعی سطح پر بھی معاشرتی نظم وضبط کے مثبت رویوں کو فروغ دینے کا باعث بنتا ہے۔ افراد معاشرہ میں شعورِ حیات ادائیگی فرض، احساس ذمہ داری، باہمی ایثار و قربانی کے رویہ جات سے تعمیر فکر اور تشکیل کردار کی میکانکی قوتوں کو تحریک دینے میں مدد ملتی ہے۔ دباؤ کے مقابلے میں خاندان کا ادارہ کماحقہ، اہم ذمہ داری ادا کرتا ہے۔ بزرگ افراد خانہ آنے والی نسل کی مدد و رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے ہیں جو اباً پروان چڑھنے والی نسل بزرگوں سے محبت، اطاعت و فرمانبرداری اور خدمت کی اقدار کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے اجتماعی زندگی میں حسین توازن پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے کہ:

اکرموا أولادکم، واحسنوا أدبهم۔[16]

اپنی اولاد کا اکرام کرو اور انہیں اچھے طریقے سے ادب سکھاؤ۔

حدیث میں اولاد کی تعلیم و تربیت کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ اسی طرح قرآن میں بھی اپنے اہل و عیال کے انذار اور تربیت کا حکم وارد ہے۔[17] اہل خانہ کی دیکھ بھال، کفالت و ضروریات کے لیے اخراجات اور ان کے جائز آرام و سکون کے لیے ایثار یہ تمام فرائض نظم وضبط کے بغیر ممکن نہیں۔

عائلی زندگی میں شریعت نے فریقین کی ذمہ داریوں کا تعین کیا۔ مرد کو قوام کا درجہ عطا کیا۔[18] بیرون خانہ ذمہ داریاں مرد کے ذمہ اور گھریلو امور عورت کی ذمہ داری قرار دیے۔ عورت کے لیے مرد کی اطاعت اور خوشنودی کو لازم قرار دیا تاکہ عائلی زندگی میں نظم وضبط برقرار رہے۔ باہم حقوق و فرائض میں الجھاؤ و انتشار پیدا نہ ہو جو گھر کی فضا کو مکدر کر دے۔ دونوں کو لباس کے استعارہ سے واضح فرمایا جو ایک دوسرے کو زیب و زینت بخشیں اور تحفظ و تکمیل کا سامان بھی کریں۔ جب خاندانی نظام میں افراد غیر متوازن رویہ اپنائیں تو بدنظمی و انتشار کی کیفیت برپا ہو گی۔ خود نبی کریم ﷺ نے متعدد ازدواج مطہرات کے ساتھ کس قدر منظم اور انتہائی ذمہ دارانہ زندگی بسر فرما کر ضبط و عمل کا نمونہ پیش کیا۔ منظم خاندان میں مرد و عورت، خاندانی ادارے میں تمام تر اوصاف و محاسن اور نظم وضبط کو روبہ عمل لاتے ہیں:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ ۔[19]

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مدد گار ہیں۔ نیکیوں کا حکم دیتے اور برائیوں روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

مذکور آیت میں صاحب ایمان مرد و عورت کا تذکرہ فرمایا جو اجتماعی زندگی کے تقاضوں کی تکمیل میں فرد و ریاست کے مفاد میں کام کرتے ہیں۔ شارع حقیقی کی عطا کردہ تعلیمات کو نافذ کرتے ہوئے نظم وضبط اور حدود و قیود کے اتباع کو یقینی بناتے ہیں۔ ایسے منظم خاندان میں پرورش پانے والی نئی نسل متوازن شخصیت کے قالب میں پروان چڑھتی ہے۔

تعلیمی نظم وضبط

اسلامی ریاست میں تعلیم وہ بہترین آلہ ہے جس کے ذریعے افراد کی تربیت و تنظیم سازی کی جاسکتی ہے۔ تعلیم محض علمی حقائق جاننے کا نام نہیں بلکہ مثبت رویوں کی تخلیق اور شخصیت کی تکمیل کا نام ہے۔ اسی لیے دین اسلام میں تعلیم پر بہت ور دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے تفکر و تدبر اور علم کی دعوت و ترغیب دی ہے۔ صرف تعلیم کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ایمان محکم، محبت فاتح عالم، حسن اخلاق کی شمشیر، شرافت، صالحیت تہذیب اور تنظیم وضبط کی بھی ضرورت ہے۔[20] اسلام ایک خاص نظام رکھتا ہے۔ انسانی تربیت و تنظیم کے باب میں روح، عقل اور جسم کو ایک دوسرے سے جدا کر کے ان کی تنظیم و تربیت کا قائل نہیں۔ نہ محض عقل پر بھروسہ کیا جائے، نہ ہی روح کو غیر معمولی تصور کر کے رہبانیت اختیار کی جائے اور نہ ہی مادی روحانی جسمانی پہلوؤں میں سے کسی ایک کو اتنا ابھارا جائے کہ باقی پہلو نظر انداز ہوں۔ تنظیم دراصل ان تینوں کی درجہ وار تربیت کا نام ہے۔ روحانی تربیت میں عبادات کا ایسا شوق دلایا جائے کہ انسان یہ تصور کرے کہ خدا عزوجل کو دیکھ رہا ہے۔[21] پھر عقل کی ضبط و تربیت کے لیے یہ کہ خالق کائنات کی ذات کی حقیقت اس کے ادراک سے باہر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب شیطان تمہارے دلوں میں وسوسہ ڈالے کہ تمہارا خالق تو اللہ ہے اور اللہ کا خالق کون ہے؟ تو تم کہو: امنت باللہ یعنی میں اللہ پر ایمان لایا (اس کی ذات کی حقیقت کو سمجھے بغیر)۔[22] جسم کی نظم و تربیت میں آپ ﷺ نے تیر اندازی، گھڑ سواری، دوڑ لگانا اور تیرنے کی تعلیم کا حکم دیا۔ حتیٰ کہ جنسی خواہش کی تکمیل پر بھی اجر و ثواب عطا کیا۔[23] گویا اسلام نے ان عناصر ثلاثہ کے نظم وضبط کے ضمن میں ربط و اعتدال کا مثالی منہج اختیار کیا۔

اسلامی ریاست ایسا نظام تعلیم متعارف کرائے فکر انسانی کی تشکیل جدید کرنے کا کام سرانجام دیں۔ اسلامی فلسفہ تعلیم میں سب کو یکساں تعلیم کے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ ریاست کے تعلیم کے مقاصد میں یکساں تعلیمی مواقع کا تصور اور اس کی عمومی ترویج کا اصول شامل تھا۔ تعلیم کی طبقاتی درجہ بندی سے باہم متصادم فکر رکھنے والے افراد پیدا ہو رہے ہیں اس لیے متوازن و یکساں نظام تعلیم اور تدریسی زبان کی ضرورت ہے۔ ضبط کی تربیت ماہر اساتذہ کرام کی ذمہ داری ہے۔ وہ ابتداً طلباء کی تربیت کریں۔ طالب علم کو اپنے استاد پر اسی قسم کا بھروسہ ہونا چاہیے جس قسم کا مریض کو معالج پر۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس اور تزکیہ قلب بھی نظم وضبط کے لیے ضروری ہے۔ ریاست محض تعلیم سے انسانی نفوس کا تزکیہ نہیں کر سکتی تعلیم کے میدان میں ترقی سے افراد اور اشخاص خوشحال اور صاحب منصب تو بن جاتے ہیں مگر ان کی اخلاقی تنظیم دوسروں سے ممتاز اور بلند نہیں ہوتی۔

ریاستی تشکیل میں نظم وضبط کا کردار اور ریاست مدینہ

شریعت انسان کو محض اسلامی نظام نظم وضبط سے محض اچھا شہری تیار کرنا نہیں چاہتی بلکہ اس نظام ضبط کا مقصد انسان کو صالح بنانا ہے۔ ایسا فرد صرف جغرافیائی حدود میں محدود ایک اچھا شہری نہ ہو بلکہ پوری روئے زمین کا بہترین باشندہ اور بہترین انسان ہو۔ مکی دور میں چند ناکس و بے کس مسلمان کم تعداد میں تھے اور دشمن کثیر مگر پہلے ہی مرحلے میں نبی کریم آخر الزماں ﷺ کو یہ بتا

دیا گیا کہ یہ عالمی دعوت ہے۔ یہاں نسل، رنگ، وطن کے تعصب سے بالاتر ہو کر عظمتِ انسان اصل مدعا ہے۔

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔[24]

اور تمہارے چھوٹے بڑے قبائل بنائے تاکہ آپس میں تعارف ہو۔ بیشک تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے ہاں وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

ایک آئیڈیل اسلامی ریاست کی تشکیل کے لیے سیرت مبارکہ کے تیار کردہ افراد بہترین امت ہیں۔ ان کی منظم زندگی نہ صرف ان کی اپنی ذات تک محدود تھی بلکہ دوسروں کے لیے بھی موثر ہے۔[25] عوام الناس کو باہم تعصبات سے بچنے اور متحد رہنے کی تلقین فرمائی۔ محبت و الفت اور باہمی اتفاق و اتحاد کی تاکید کی گئی۔ تفریق انتشار، بد نظمی اور ناروا اختلاف سے روکا جاتا رہا۔[26] نبی کریم ﷺ نے خارجی، داخلی ضبط پر بھی زور دیا۔ انسان کے اندر عفو و درگزر کی ایسی صفت کو جلا بخشی جس سے سخت سے سخت گیر انسان بھی عفو و درگزر کرنے لگتا۔ نبی کریم ﷺ کے تیار کردہ منظم افراد کی زندگیاں اس قرآنی آیت کی تفسیر بن گئیں۔ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کے اندر سے اختلاف نفرت، دشمنی، فرقہ پرستی کی بنیادیں ختم کر دیں۔ قبیلہ خاندان، رنگ و نسل کے بت پاش پاش کر دیے۔ سب کو بھائی بھائی بنا کر اخوت پر مبنی ایک عالمگیر ریاست کی بنیاد رکھی۔

کسی بھی ریاست کے استقرار کا دارومدار عدل و انصاف کے قیام پر ہے۔ ریاست مدینہ میں عدالتی نظم و ضبط کا اعلیٰ معیار آپ کے منصبِ قضاء پر فائز ہونے سے سمجھا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ کے پاس دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت ہوتی اور آپ ﷺ بہ اذنِ الٰہی اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ فرماتے۔[27]

آج سیاسی نظام کے اہم مسائل یعنی اقتدار کی منتقلی اور حق حکومت ہے۔ امن عامہ کا حصول، ہر شخص کی جان، مال، آبرو کا تحفظ ریاستِ وقت کی ذمہ داری ہے۔ جب یہ دنیاوی حقوق شہریوں کو میسر نہ ہوں تو عوام الناس بد نظمی و انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ گروہ اور نسل پرستی، اسلام اور ملکی وحدت سے بڑھ جاتے ہیں۔ تعلیم، معیشت، سیاست، سماجی پالیسیاں، اور اطلاقی پالیسیوں میں اسلام کے اصول انصاف اور نظریہ ضبط کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ قرآن و سنت کے مطابق، حکومت و نظم، اقتدارِ اعلیٰ کا تصور، آئین و دستور سازی کا فلسفہ، اعمال حکومت کا انتخاب اور عوام الناس کی شرکت کے ساتھ ہی ایک منظم ریاست وجود میں آسکتی ہے۔

عوامی سطح پر نظم وضبط کی پابندی کے مذہبی نظائر۔۔۔عبادات کے تناظر میں

عبادات مسلمانوں کو ایک جماعت اور تنظیم بناتی ہیں۔ اسلام میں عبادت چند مذہبی رسوم کی ادائیگی نہیں بلکہ وسیع معنوں میں مستعمل ہے۔ اس کے معنی زندگی کے ہر لحظہ، عمل کے ہر پہلو، فکر کے ہر گوشے اور شعور کے ہر زاویے میں اللہ کی رہنمائی حاصل کرنے اور اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے ہیں۔ ذیل میں چند عبادات بطور نظیرِ نظم وضبط پیش کی جاتی ہیں:

- **نماز:** نماز قدرت خداوندی کا ایک نایاب تحفہ ہے جس میں انسانیت کی تنظیم وضبط کا بہترین اہتمام مضمر ہے۔ دین اسلام نے عبادات کی صورت میں انسان کو ضبط کا پابند بنایا ہے تاکہ انسان اپنی خواہش نفس سے آزاد ہو کر اللہ کے سامنے پانچ وقت قلب خاشع لے کر حاضر ہو اور کوئی پریشانی فکر انسان کو ذکر سے نہ ہٹائے۔ انسان ضوابط عبادات کے تحت مشقت کا عادی ہوتا اور تسلسل حاصل ہوتا ہے۔
- **روزہ:** اسلامی نظام میں روزے ضبط دروں کی مثال ہیں۔ جس طرح پانچ وقت نماز کا تکرار ضبط کی تربیت کا نظام ہے اسی طرح روزہ انسان کی عبادت کے ذریعے اطاعت و انقیاد کی زبردست مشق ہے۔ ہر قسم کے بیرونی دباؤ، ذاتی اثر

،معاشرتی خوف کے بغیر محض اطاعتِ الٰہی کے لیے اپنے آپ کو روکے رکھنا ضبط دروں کی انتہائی اعلیٰ مثال ہے۔ گویا یہ نفس کا ضبط اور دل کی تطہیر کا نام ہے۔ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک نفس کا ضبط دراصل ایک تربیت بھی ہے۔ انسان کے اندر صبر و تحمل اور توکل علی اللہ کی صفات پیدا ہوتی ہیں اور کردار میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ خارجی ترغیبات اور نفس کے ناجائز میلانات کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

- **حج:** نماز روزہ کی طرح حج بھی ضبط کی عملی تربیت ہے۔ اطرافِ عالم سے جمع لاتعداد نفوس ایک جیسے لباس زیب تن کر کے ایک وقت میں ایک جیسی عبادات و مناسک کی تکمیل کے ذریعے جہاں نظم وضبط کی عملی تربیت پاتے ہیں وہیں اتحاد و یگانگت کا بھی لازوال عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ صحیح اعتقاد کا پیدا کیا ہوا ضبط صراط مستقیم سے بھٹکنے نہیں دیتا۔ اسلام میں عبادات کا مفہوم بندے کا اپنے رب کے ساتھ مسلسل تعلق اور رابطہ کا نام ہے۔ یہ ضبط محبت، خشیت و تقویٰ کا ہے۔

عوامی سطح پر نظم وضبط کی پابندی کے نظائر۔۔۔اسلامی معاشیات کے تناظر میں

نظام معیشت کسی بھی ریاست میں ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔ اسلامی ریاست میں عوام الناس غرباء، مساکین کو معاشی تحفظ فراہم کرنے میں مصروفِ عمل نظر آتے ہیں۔ نظم و ضبط کے لیے ضروری ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو۔ اسلام کا گردشِ دولت کا اصولی نظریہ نہ صرف معاشی نظم کا پتہ دیتا ہے بلکہ اس کے ذریعے معاشرے کے کثیر افراد تک سرمائے کے اثرات پہنچانے کی راہ ہموار کرتا ہے۔[28] اسلامی مملکت میں افراد کے اس بنیادی حق کو تسلیم کیا گیا ہے کہ حکومت اپنے عوام کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کرے جس میں رہائش اور کھانا شامل ہے۔[29] تنگدستی کی وجہ سے معاشرے میں چوری، ڈاکہ، قتل، جیب تراشی، لوٹ مار اور انتشار و بد نظمی پیدا ہوتی ہے۔ ایک شخص کی جائز ضروریات کی تکمیل نہ ہو تو وہ معاشرے سے انتقام لینے کی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ ذیل میں اسلامی معاشیات کے چند اہم نظائر پیش کیے جاتے ہیں جو نظم کے باب میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں:

- **زکوٰۃ:** زکوٰۃ اپنی دولت اور کمائی میں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صاحب نصاب کا مقررہ مال خرچ کرنا ہے۔[30] زکوٰۃ کی تفصیلات مطولات میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ یہ بات اہم ہے کہ ماہرینِ اقتصادیات کے مطابق براہ راست اور بالواسطہ ٹیکس لگا کر وصولی مشکل نہیں البتہ اصل مسئلہ ان ٹیکسوں کا صرف کرنا ہے۔ مصارف میں عدل کا لحاظ نہیں رہتا اور غیر مستحقین کو مال مل جاتا ہے۔ فی الواقع مستحقین محروم رہتے ہیں جس کی وجہ سے عوام میں بد نظمی اور انتشار کا ردعمل سامنے آتا ہے۔ اسلام نے سب سے پہلے ضرورت مندوں کی ضرورتوں کی کفالت کا انتظام کیا۔ زکوٰۃ اور دیگر محصولات (State Revenues) میں ان کا باقاعدہ حصہ مقرر کیا۔ اس اجتماعی اصلاح سے اسلام نے نظام مالیات اور نظام ضرائب (Taxes) کو ایسی پیش رفت عطا کی جس سے انسانیت ناآشنا تھی۔[31] اسلام زکوٰۃ کے ذریعے غربا و مساکین کی کفالت اور دیگر مصارف پر خرچ کر کے ریاست سے غربت و افلاس کا خاتمہ چاہتا ہے۔ صاحبِ نصاب جو ریاست کو زکوٰۃ ادا نہ کریں وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد اس بات کا ثبوت ہے کہ ادائیگی نہ کرنے والے عناصر کے خلاف قانونی چارہ جوئی اور سزا ریاستی حق ہے۔
- **انفاق:** اسلام پیدائش کے ساتھ ساتھ تقسیم دولت کی طرف انسان کی توجہ مبذول کراتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق زائد از ضرورت مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔[32] غریبوں، مسکینوں پر خرچ خیر ہے اور اسی طرح اپنے

خاندان والوں مثلاً والدین یا اقرباء واعزاء پر خرچ کرنا بھی خیر ہے۔[33] اسلامی ریاست میں امن وضبط قائم رکھنے کے لیے صرف دولت پر کچھ قانونی پابندیاں عائد کی گئی جیسے فسق وفجور، شراب، قمار بازی وزنا وغیرہ جو معاشرتی بدنظمی کا سبب بنتے ہیں میں خرچ ممنوع قرار دیا۔ اسی طرح معاشرہ کے تنگدست افراد کی معاشی کفالت کا بندوبست کرنا خلیفہ کی ذمہ داری ہے۔ خلیفہ ارباب دولت کو مجبور کر سکتا ہے کہ وہ غرباء کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لیے رقم مہیا کریں۔ پہننے کے لیے گرمی وسردی دونوں موسموں کا لباس اور مکان جو بارش سردی ودھوپ وسیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھ سکے فراہم کریں۔[34]

- **کفارات:** قرآن مجید بعض گناہوں کی تلافی کے لیے مالی کفارات مقرر کرتا ہے۔ ان کا مقصد مستحقین ومساکین کی ضروریات کی کسی حد تک تکمیل ہے۔[35] جیسا کہ قسم، ظہار، قتل، روزہ وغیرہ کے کفارات میں دیکھا جا سکتا ہے کہ مساکین کو کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کی بدولت ان کی یہ ضرورت پوری ہو رہی ہے۔

عقل اور دلیل دونوں اس بات کی رہنمائی کرتے ہیں جہاں معاشی تفاوت بڑھے وہاں انتشار وبدنظمی کی کیفیت جنم لے گی۔ ارتکازِ دولت کا خاتمہ معاشرتی نظم وضبط کے لیے ناگزیر ہے۔ وہ اسباب وعوامل جو زمین میں عدم توازن، بدنظمی وخلفشار، عدم اعتدال اور ظلم وجبر پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں ان میں سے ایک دولت کی فروانی، غیر عادلانہ تقسیم اور دولت کے گھمنڈ میں سرکشی اور بغاوت کا رویہ اختیار کرنا شامل ہے۔[36] اگر اس کے ساتھ اقتدار بھی شامل ہو جائے تو غالب امکان پیدا ہو جاتا ہے کہ نظام بے اعتدال اور عدم انضباط کا شکار ہو جائے۔

عوامی نظم وضبط کے ریاستی اصول اور ریاستِ مدینہ

ریاست افراد پر مشتمل ایسا ادارہ ہے جس کی تشکیل کے لیے مستقل خطہ ارضی ضروری ہے۔ یہ ادارہ اپنے اندرونی وبیرونی معاملات میں خود مختار اور اس کی اطاعت شہریوں پر لازم ہوتی ہے۔ چار عناصر آبادی، زمین، حکومت اور حاکمیت ریاست کی تعمیر کرتے ہیں۔[37] ذیل میں ریاستِ مدینہ کے تناظر میں عوامی نظم وضبط کو یقینی بنانے کے لیے چند اصول بیان کیے جاتے ہیں:

اصول اول: نفاذ قانون

آئین ان اصولوں کا مجموعہ ہے جن کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔ ان دستاویزات کے طے ہونے کے بعد بنیادی خدوخال میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اللہ کے حکم سے دستور کی جزئیات میں مشاورت کا حکم تھا۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ اسلامی ریاست میں خدا کے فرمان کے مطابق عادلانہ نظام قائم کرنا مقصود تھا جس میں فرمانروا افراد کی شخصیت، قومیت، زبان، نسل، وطن، رنگ سے تعلق نہ ہو انسانوں کے خود ساختہ قانون کی غلامی سے نکال کر قانون الٰہی کی اطاعت و فرمانبرداری میں دے دیا جائے۔[38]

ریاستِ مدینہ میں قانون کا اصل ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول تھا۔ یہی اصل الاصول ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صراحتاً فرمایا کہ:

علیکم بھذاالقرآن فماوجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وماوجدتم فیہ من حرام فحرموہ۔[39]

اپنے اوپر قرآن کو لازم پکڑو۔ سو اس میں جسے تم حلال پاؤ اسے حلال اور جسے حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔

اصول دوم: مساوات

جب افرادِ معاشرہ رنگ، نسل، زبان، طبقات اور علاقائی تعصبات میں ملوث ہوں تو بدنظمی لازمی نتیجہ ہوتی ہے۔ انسانوں

کو دولت اور اسٹیٹس کے درجوں میں ناپا جاتا ہے۔ انسانوں کے مابین معاملات کی انجام دہی کے پیمانوں کا معیار مختلف رکھا جاتا ہے۔ اس سے معاشرتی، معاشی اور سیاسی بد نظمی جنم لیتی ہے۔ مساوات انسانی میں قرآن میں بیان فرمایا:

يَاأَيُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوارَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍوَخَلَقَ مِنْهَازَوْجَهَاوَبَثَّ مِنْهُمَارِجَالًاكَثِيرًا وَنِسَاءً۔[40]

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور تمہارے جوڑے بنائے اور پھر ان سے تمہیں مردوں اور عورتوں کی شکل میں پھیلا دیا۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ کسی کو دوسرے پر سوائے دین یا تقویٰ کے فوقیت حاصل نہیں۔[41] مساوات کے اس اصول کی بنا پر قیام نظم و ضبط کے لیے اسلامی ریاست ہر شخص کے جان و مال و آبرو کا تحفظ کرے، اجتماعی آزادی ہو، فرد کو آزادی رائے ہو اور لوگوں کی رائے کو بالجبر دبانے کی کوشش نہ کی جائے۔

اصولِ سوم: فتنہ پردازی سے اجتناب

مشکل، مصیبت، سزا، سختی، گناہ فسق وفجور اور کفر فتنے کے مفہوم میں داخل ہیں۔ مسلمانوں کا باہم خلفشار اور محاذ آرائی بھی فتنہ ہے۔ فتنہ میں عموماً جذباتی، کم علم اور نا عاقبت اندیش مسلمان ملوث ہوتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے خون کو حلال سمجھنے لگتے ہیں۔ معاصر صورتحال میں فتنہ کی صورت یہ ہوگی کہ صوبائی، لسانی تعصبات اور دہشت گردی کو دشمن ہوا دینے میں کامیاب ہو جائیں، گروہ بندی اور حزیمت جنم لے۔ ایسی صورت میں نبی کریم ﷺ نے اسے تمام جماعتوں اور گروہوں سے کنارہ کش رہنے کا حکم دیا۔ عین وہ دور آچکا ہے کہ مسلمانوں کی جماعتی کشمکش بھی کسی فتنہ سے کم معلوم نہیں ہوتی۔ موجودہ مسلمان تعصبات میں بری طرح الجھ چکے ہیں حتیٰ کہ گروہی اور جماعتی تعصبات کے خلاف کسی آواز کو بھی وہ دین دشمنی تصور کرتے ہیں۔

اصولِ چہارم: جبر کی بجائے دعوتی اسلوب اور نظم وضبط

دہشت گردی، انتہا پسندی، جنگ وجدل، تشدد کا طریقہ حقیقی اسلام کے بالکل برعکس ہے۔ اسلام کا مقصد دل و دماغ کو بدلنا ہے۔ معاشرتی انضباط کے لیے آخرت کی جوابدہی ایک بہترین ترغیب اور ذریعہ ہے۔ قرآن حکیم نے اعلان فرمایا کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی۔ ہم نے ان کو خشکی وتری میں سوار کیا اور ان کو پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا اور ہم نے ان کو بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔[42] جہاں اسلام کی نظر میں ہر انسان قابل احترام ہے۔ وہاں ہر انسان کی جان کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ ایک انسانی جان لینا گویا پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔[43] صبر وثبات کے ساتھ اپنا پیغام دوسروں تک پہنچانے، مخالفت کو حوصلہ اور ہمت سے برداشت کرنے کا حکم اسی بنا پر ہے۔[44] رسول اللہ کی حیات مبارکہ سے دعوتی اسلوب یہ عیاں ہوتا ہے کہ:

من رأى منكم منكرافليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان ۔[45]

جو تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اسے بزورِ بازو روکے، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو زبان سے اسے برا کہے اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو دل سے برا جانے۔ اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

اختیار و قوت کی صورت میں نفاذ کو ایمان قرار دیا مگر ضوابط کو بزور نافذ کرنے سے قبل افراد کو تعلیم و دعوت کا حکم فرمایا۔ ان کے تحمل وبرداشت کا لحاظ رکھنے کی تلقین بھی کی گئی کہ احکام و قوانین ان پر بارش کی طرح برسا نہ دیے جائیں کہ وہ گھبرا کر سب کچھ

چھوڑ دیں۔[46] گویا ضوابط کو لاگو کرنے سے قبل افراد کو دعوتی اسلوب سے قائل کیا جائے۔

عہد نبوی ﷺ کے عسکری واقعات اور عمومی نظم وضبط

عہد نبوی میں قیام ضبط کے لیے عسکری امور میں سپہ سالاری کی دو جہتیں تھیں۔ اول یہ کہ لشکر کی ترتیب اور جنگ کی تدابیر کے اختیارات ہوتے۔ دوسری قسم میں مذکورہ بالا اختیارات کے ساتھ دشمنوں کے ساتھ صلح اور غنیمت کی تقسیم کے اختیارات بھی ہوتے۔[47] نبوی تعلیمات اور آپ ﷺ کے طرزِ عمل سے پتہ چلتا ہے کہ سپہ سالار کو چاہیے کہ اپنے ہم مسلک اور متفق الخیال عزیزوں کو ترجیح نہ دے۔ اس سے یک جہتی اور اتحاد کو نقصان پہنچتا ہے۔[48] آپ ﷺ خود اُحد کی لڑائی میں امیہ بن ابی خلف کے مقابلہ پر آئے۔ غزوہ خندق میں شدید خطرہ کے باوجود آپ ﷺ نے حضرت علی کا میدان میں اترنا گوارا فرمایا۔

عمومی نظم وضبط اور معاشرتی امن کے لیے عسکری ضبط ناگزیر ہے۔ مجموعی نظم وضبط کو خراب کرنے والی تین صورتیں عہد نبوی میں موجود تھیں:

1. ارتداد
2. بغاوت
3. رہزنی

عسکری قیادت ریاست اسلامیہ میں سرحدوں کی حفاظت، ریاست میں مرتدین سے اور ڈاکوؤں سے مقابلے ولڑائی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ فی زمانہ عسکری قیادت کی ذمہ داریوں میں دہشت گردی جیسے جرائم میں ملوث افراد سے نمٹنا اور ان کے شر سے عوام کو محفوظ رکھنا بھی شامل ہے۔ مفسدوں کا جو گروہ پر امن شہریوں پر ہتھیار اٹھائے، راہزنی کرے، لوٹ مار اور قتل وغارت کرے تو یہ جرم اسلامی اصطلاح میں حرابہ کہلاتا ہے جس کی قرآن میں درج ذیل سزا اور حد بیان ہوئی ہے:

> إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ۔[49]
>
> جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے، سولی لٹکایا جائے یا جانبِ مخالف سے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیا جائے یا جلاوطن کر دیا جائے۔

یہ تعزیری سزائیں دی جائیں تاکہ معاشرہ کا امن وضبط قائم رہے۔[50] نبی کریم ﷺ نے سپہ سالاروں پر ذمہ داریاں عائد کیں، مخبر دستے متعین کیے، مقابلہ کے لیے نرم زمین کا انتخاب کیا تاکہ سامان رسد وکمک مہیا کرنا سہل ہو۔ چنانچہ ریاست کے سالار کو چاہیے کہ اپنی قوم اور فوج کو فتح کی امید دلائے اور ان کا حوصلہ بڑھائے، دانا وعقلمند عسکری قیادت سے مشورہ لے، فوج کو شرعی احکام کا پابند رکھے۔ جنت کے طلب گاروں کو جنت اور دنیاداروں کو مال غنیمت کی امید دلائے۔[51] عسکری شعبہ سے متعلق یہ امور عمومی نظم وضبط کا ذریعہ بننے کے ساتھ ساتھ ریاست کے دفاعی نظام کے رسوخ واستحکام کا سبب بھی بنتے ہیں۔

نتائج بحث

رسالت مآب ﷺ کا اندازِ نظم وضبط اور تربیت کسی خاص گروہ، جماعت یا پیشہ کے افراد تک محدود نہ تھا بلکہ اس میں عوام و خواص سب شامل تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ امت مسلمہ کو آج نظم وضبط اپنانے کی انتہائی ضرورت اور تنظیم کے لیے ہر فرد کو اپنی اپنی بساط کے مطابق رحمۃ للعالمین ﷺ کے چشمہ سے سیراب ہونا چاہیے۔ محض افراد مل کر ہجوم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں مگر ہجوم

نظم کی صورت میں ڈھل کر اقوام وملل میں بدل جاتے ہیں۔ پھر تعلیم وتربیت کی ہم آہنگی خود بخود صالح قیادت پیدا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منظم ریاست کے لیے صرف نظام عدل وانصاف کے قیام کو ہی کافی نہیں سمجھا اور نہ ہی دنیا کی حکومتوں کی طرح محض قواعد و ضوابط اور قوانین کی تشکیل کو ہی حرف آخر سمجھا بلکہ قوانین کے ساتھ ایک مکمل اور مضبوط نظام تربیت قائم کیا۔ کتاب اللہ کو محض تعزیرات و قوانین کا مجموعہ نہ ٹھہرایا بلکہ کتابِ ہدایت بنایا۔ آج ہماری معاشرتی بد نظمی کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے نصب العین کو بھلا چکے ہیں۔ اس مقصد کے لیے حیات نبی کریم محمد ﷺ میں ریاستی وانتظامی، معاشرتی، معاشی، عائلی وخاندانی اور عسکری نظم وضبط کے مظاہر کا بنظرِ عمیق جائزہ لینے کی ضرورت ہے جنہیں مقالہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ریاست مدینہ کی تشکیل میں نظم وضبط کا کردار ہمارے لیے عملی نمونہ ہے۔ نیز عوامی سطح پر نظم وضبط کی پابندی کے مذہبی نظائر عبادات کے تناظر میں دیکھے جاسکتے ہیں جس کا اہتمام خالق کائنات نے نہایت حکمت کے ساتھ فرمایا ہے۔

تجاویز وسفارشات

- ریاستی قواعد وضوابط عوام کی بساط اور تحمل کے مطابق اور افادیت پر مبنی ہوں۔ یہ وقوانین اداروں کو اعتماد میں لے کر ترتیب دیے جائیں، ان کے نفاذ اور تعمیل کی پوری نیک نیتی سے کوشش کی جائے اور عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔
- ابتدائی تعلیم سے ہی افراد میں قواعد وضوابط کی پابندی کا شعور اجاگر کیا جائے جو انکی ذات کے ساتھ اجتماعی معاشرت کی فلاح کا بھی ضامن ہو سکتا ہے۔ احساس ذمہ داری پیدا کی جائے کہ جذبہ ایمان ضبط کے لیے بہترین محرک ہے۔
- منظم اقوام اپنے بنیادی قومی نظریات کا تحفظ کرتی ہیں۔ عوامی نظم وضبط کی تربیت میں نظریہ پاکستان کے تحفظ کا خیال رکھا جائے پاکستان اور اسلام کے ساتھ وفاداری کا احساس پیدا کرنا اہم قومی ضرورت ہے۔
- افراد معاشرہ کی سیاسی تربیت کی جائے تاکہ وہ اپنے حقوق وفرائض کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔ جمہوری نظام کی بنیاد معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور پر ہے۔ جدید دور میں شہریوں کے کردار کی تعمیر تحمل اور برداشت کی روایت جمہوریت کی تربیت میں شامل ہے۔
- پاکستان میں متعصب، متشدد اور انتہا پسند جماعتوں پر پابندی عائد کی جائے۔ کسی بھی درجہ میں مذہبی منافرت پھیلانے والی جماعتوں کو خلاف قانون قرار دیا جائے۔ نیز
- ائمہ، خطباء و معلمین کی تربیت کا وسیع پیمانے پر موثر طریقے سے اہتمام کیا جائے تاکہ عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنانے میں ان طبقات کا تعاون حاصل ہو سکے۔

حواشی وحوالہ جات

1 سورۃ الشمس، 8:91۔

2 ابو الکلام آزاد، مولانا، **قرآن کا قانونِ عروج وزوال**، (لاہور: داتا پبلشرز، 1980ء)، ص79۔

3 حمودہ عبدالعاطی، ڈاکٹر، **Islam in Focus**، مترجم رضا بد خشانی، **اسلام ایک زندہ حقیقت**، (لاہور: اسلامک پبلشرز، سن ندارد)، ص70۔

4 Gill Christ, R.N., **Principles of Political Science**, (London: Longmans Green and Company, 1921) P.60.

5 ابن خلدون، عبد الرحمن، **المقدمة**، (بیروت: دار الفکر، 2003ء)، ص53۔

6 خالد علوی، ڈاکٹر، **اسلام کا معاشرتی نظام**، (لاہور: الفیصل ناشران، 2005ء)، ص32۔

7 اصلاحی، امین احسن، **دعوت دین اور اس کا طریق کار**، (نئی دہلی: مکتبہ اسلامی، 1987ء)، ص82۔

8 سورۃ البقرہ 164:2؛ سورۃ الانعام 95:6؛ سورۃ یٰسین 37:36۔

9 سورۃ الملک، 67:3-4۔

10 حامد انصاری، مولانا، **اسلام کا نظام حکومت**، (لاہور: مکتبۃ الحسن، سن ندارد)، ص94 تا 99۔

11 سورۃ آل عمران 159:3۔

12 ابن ہشام، عبد الملک، **السیرۃ النبویہ**، (قاہرۃ: مصطفی البابی الحلبی، 1966ء)، ص 230/1۔

13 مبارکپوری، صفی الرحمن، **الرحیق المختوم**، (لاہور: المکتبۃ السلفیہ، 1996ء)، ص179۔

14 سورۃ الروم 31:30؛ سورۃ النحل 80:16۔

15 محمد قطب، سید، **اسلام کا نظام تربیت**، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1996ء)، ص301۔

16 ابن ماجۃ، محمد بن یزید، **السنن**، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الادب، باب برالوالد، رقم الحدیث: 3671۔

17 سورۃ التحریم 66:4۔

18 سورۃ النساء 4:34۔

19 سورۃ التوبہ 9:71۔

20 ندوی، محسن عثمانی، **خطباتِ تعلیم وتربیت**، (حیدرآباد: ھدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرز، 2011ء)، ص163۔

21 مسلم، ابن الحجاج القشیری، **صحیح لمسلم**، (ترکیا: دار الطباعۃ الآمرۃ، 1334ھ)، کتاب الایمان، باب معرفۃ الایمان، رقم الحدیث: 102۔

22 احمد بن حنبل، الامام، **المسند**، (قاہرۃ: مؤسسۃ قرطبہ، 1403ھ)، حدیث خزیمہ بن ثابت، رقم الحدیث: 21916۔

23 مسلم، **صحیح لمسلم**، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف، رقم الحدیث: 2376۔

24 سورۃ الحجرات 49:13۔

25 سورۃ آل عمران 3:110۔

26 سورۃ آل عمران 3:103۔

27 سورۃ النساء 4:105۔

28 سورۃ الحشر 59:7۔

29 الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2015ء)، 476/1۔

30 الزحیلی، محمد وھبۃ، **الفقہ الاسلامی و ادلتہ**، (دمشق: دار الفکر، 1437ھ)، 753/2۔

31 القرضاوی، محمد یوسف، **فقہ الزکوٰۃ**، (لاہور: البدر پبلی کیشنز لاہور، سن ندارد)، ص10۔

32 سورۃ البقرۃ 2:219۔

33 گیلانی، مناظر احسن، **اسلامی معاشیات**، (لاہور: دار الاشاعت، 1967ء)، ص442۔

34 سیوہاروی، حفظ الرحمٰن، **اسلام کا اقتصادی نظام**، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1984ء)، ص45۔

35 راشدہ شعیب، پروفیسر، **اسلامی نظام حکومت نظریہ و عمل**، (اسلام آباد: بک پروموٹرز، 1995ء)، ص9۔

36 ابن ماجۃ، **السنن**، ابواب الاحکام، باب الحجر علی من ینفسد مالہ، رقم الحدیث: 2354-2355۔

37 عمری، سید جلال الدین، **اسلام میں خدمت خلق کا تصور**، (نئی دہلی: مکتبہ اسلامی، 2011ء)، ص39۔

38 ندوی، سید سلیمان، **سیرت النبی ﷺ**، (لاہور: الفیصل ناشران کتب، 2205ء)، 41/7۔

39 ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، **السنن**، (ریاض: دار الحضارة للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم الحدیث: 4604۔

40 سورۃ النساء 4:1۔

41 البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، **شعب الایمان**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1410ھ)، 4/292۔

42 سورۃ الاسراء 17:70۔

43 سورۃ المائدۃ 5:32۔

44 سورۃ المزمل 73:10۔

45 مسلم، **صحیح لمسلم**، کتاب الایمان، باب بیان کون النهی عن المنکر، رقم الحدیث: 78۔

46 اصلاحی، **دعوت دین اور اس کا طریقہ کار**، ص 82۔

47 الماوردی، علی بن محمد، **الاحکام السلطانیة**، مترجم: اسلام کا نظام حکومت از ساجد الرحمن صدیقی، (لاہور: اسلامک پبلشرز، 1990ء)، ص 79۔

48 سورۃ الانفال 8:46۔

49 سورۃ المائدۃ 5:34۔

50 الماوری، **الاحکام السلطانیة**، مترجم: اسلام کا نظام حکومت از ساجد الرحمٰن صدیقی، ص 120۔

51 سورۃ الانفال 8:43۔